Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

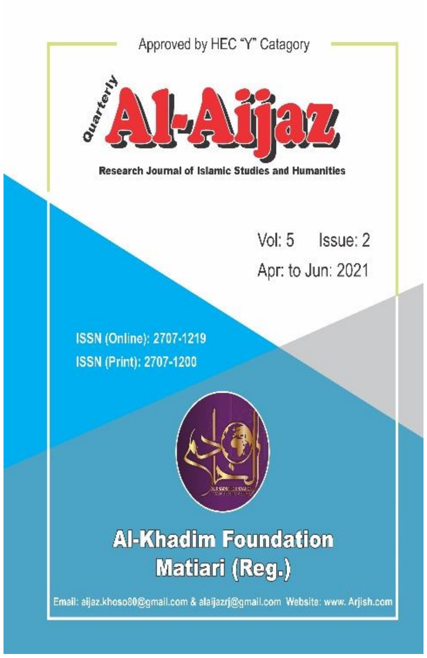

TOPIC:

An Interpretation of the Different Stages and Procedures of Contracts in the Era of Ignorance and the duration of Islam

AUTHORS:

1. Muhammad Irshad, PhD scholar, Department of Islamic Studies & Arabic GUMAL University DI Khan.
2. Dr. Manzoor Ahmad, Assistant Professor, Department of Islamic Studies& Arabic GUMAL University DI Khan.
3. Salah Uddin, Ph.D. scholar, Department of Islamic Studies& Arabic GUMAL University DI Khan.
Email: rabbani03018@gmail.com

How to cite:
Irshad, M., Ahmad, M. ., & Uddin, S. (2021). Urdu-24 An Interpretation of the Different Stages and Procedures of Contracts in the Era of Ignorance and the duration of Islam. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *5*(2), 310-319.
https://doi.org/10.53575/Urdu24.v5.02(21).310-319

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/320

Vol: 5, No. 2 | April to June 2021 | Page: 310-319

Published online: 2021-06-20

QR Code

دور جاہلیت اور عہد اسلام میں عقود کے مختلف مراحل ومناہج کا تفسیر احکام القرآن کی روشنی میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ

An Interpretation of the Different Stages and Procedures of Contracts in the Era of Ignorance and the duration of Islam

Muhammad Irshad*
Dr. Manzoor Ahmad**
Salah Uddin***

Abstract

Ever since the beginning of human pedigree/genealogy religion has remain the binding force of man's social life by giving him a sense and account of his individual and collective responsibilities. Religions make certain practices binding on their believers to keep the society, man, and nature in harmony among each other. Islam provides clear, logical, and improvised (Fiqhee) bases for the ends mentioned earlier in the form of obligations defined and laid out for every person capable of solid reasoning. These bases are known as "aqd"in Islamic Shari'-a body of Islamic injunctions binding on believers to lead successfully a meaning full life. Aqd covers all aspects of Muslim society for varied needs of social life: hence emerging in different forms for different aspects of Muslims' social life ranging from marriage to state affairs with the sole objective of making people realize their role in the society, that they are responsible and answerable before other human beings and Allah for their choices and deeds. In Arabic the word "Aqd" means "fastening or tying together of two or more things". The injunctions of Aqd having vast connotations concerning the very meaning provided above makes it most concise and comprehensive aspect of Islam. Contemporarily Aqd translates to legal terms such as "contract, oath, lease, deed, pact, charter, covenant, act, intrument, cast, contribute, and agreement to mention the very few. As for the connotative aspects taken into account, Islam provides guiding principles and conditions for establishing or declaring an act or practice to be labeled as "aqd". These concerns of these principles range from fostering relationships to governing a state. The article explores the etymological information about aqd, its historical significance, and brings together the perspectives of different and prominent early Islamic schools of thought on the subject concerned. The article is part historical, and part content analysis on the literature concerning the subject of "aqd" through the words of Qur'anic scripture, sayings of Prophet Muhammad (PBUT), and Leading noble scholars of Islamic education and practices.

Keywords: Aqd, Etymology, Dark Ages, Islam

تمام تعریفیں رب ذوالجلال کے لئے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے انسان کو مختلف النوع کمالات سے نوازا اور درود وسلام ہو اس عظیم ہستی پر جس کی بدولت ہم ایک مکمل نظام حیات اور سرمدی اصول پر حاوی دین سے روشناس ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسلام جہاں ہمارے عبادات اور اخلاقیات میں رہنمائی کرتا ہے وہیں ہی ہمارے مختلف النوع عقود کو بھی مد نظر رکھتا ہے۔ عقود دو طرح کے ہیں ایک وہ جس کے اللہ اور رسول ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک وہ جس سے اللہ اور رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔﴿یایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود﴾ ترجمہ: اے ایمان والو معاہدوں کی پوری پابندی کرو۔(1) عقود عقد کی جمع ہے جس کے

* PhD scholar, Department of Islamic Studies & Arabic GUMAL University DI Khan.
** Assistant Professor, Department of Islamic Studies& Arabic GUMAL University DI Khan.
*** Ph.D. scholar, Department of Islamic Studies& Arabic GUMAL University DI Khan.
Email: rabbani03018@gmail.com

لغوی معنی باندھنے اور بندھن کے ہیں۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں جب کوئی رسی باندھ دیں اور اس میں گرہ ڈال دیں عقدت الحبل یعنی میں نے رسی باندھ دی۔ جبکہ اصطلاح میں اس سے مراد بیع، عہد، شادی یا کسی کام کا معاہدہ جس میں طرفین معاہدے کی شرائط کے پابند ہوتے ہیں۔ عقود کی کئی اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک آنے والے شے پر قسم کھانا بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان﴾ ترجمہ: تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ تم سے ضرور مواخذہ کرے گا۔(2) اسی طرح معاہدے اور حلف کے لئے بھی قرآن مجید میں لفظ عقد استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿والذين عقدت أيمانكم فآتوهم نصيبهم﴾ ترجمہ: جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہیں انہیں ان کا حصہ دو ۔(3) الغرض عقد عربی زبان کا ایک وسیع معنی و مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، جس کے معنی و مفہوم قسم، خرید و فروخت اور دیگر مختلف النوع عقود کے لئے وضع ہے۔ اس لفظ سے اس بات کو پورا کرنے کا لزوم اور ایجاب مراد ہوتا ہے جس کا عاقد نے ذکر کیا ہے۔ یہ مفہوم عقد کی ان تمام صورتوں کو شامل ہو جاتا ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا آنے والے وقت میں انتظار کیا جاتا ہے اور انہیں نگاہ میں رکھا جاتا ہے۔ اس لیے بیع ، نکاح، اجارہ اور معاوضوں پر مبنی تمام معاہدات کو عقود کا نام دیا جاتا ہے اس لیے کہ اس قسم کا عقد کرنے والے فریقین میں سے ہر ایک اسے پورا کرنے اور سرانجام دینے کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ البتہ اگر اس لفظ سے متعلق اقسام عقود و استعمال کو دیکھا جائے تو اس کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے ایک دور وہ ہے جس میں انسانیت مذہب سے عاری و بالا ہو کر معاملات طے کیا کرتے تھے اور ایک وہ دور ہے جس میں انسانیت نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کو مدنظر رکھ کر مختلف النوع عقود کئے ہیں۔ اول الذکر سے مراد دور جاہلیت ہے چنانچہ اگر دور جاہلیت کے عقود پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو پس منظر کچھ یوں ہے۔ کہ لوگ عقود میں سے عقد نکاح کو عہد اسلام سے بالکل ہٹ کر طے کیا کرتے تھے۔

دور جاہلیت اور اسلام کی عقود میں امتیاز:

تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے قلبی و نفسانی سکون حاصل کرنے کے لئے حضرت بی بی حوا کو پیدا کیا تاکہ ایک طرف اس سے نفسانی و قلبی سکون حاصل ہو جائے تو دوسری طرف اس سے سلسلہ نسل انسانی پروان چڑھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو جائز و ناجائز سے مقید کر کے جاری فرمایا۔ اس جائز اور ناجائز کے حوالے سے اگر مختلف انبیاء کے شریعتوں کو دیکھا جائے تو حکم نکاح ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ البتہ اگر پابندی حکم کو دیکھا جائے تو ہر رسول و نبی اس کو مدنظر رکھ کر عقد نکاح طے فرماتے تھے۔ لیکن اگر اس حوالے سے دور جاہلیت کو مدنظر رکھا جائے تو دور جاہلیت میں لوگ عقد نکاح حکم الٰہی سے ہٹ کر ذاتی پسند و ناپسند کی رو سے طے کیا کرتے تھے۔ مثلاً دور جاہلیت میں شوہر ایک عرصہ تک بیوی کو اپنی پاس رکھتے تھے۔ اس کے بعد اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے مرد کے پاس حاملہ کرنے کے لئے بھیج دیتا تاکہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے۔ اس قسم نکاح کو وہ نکاح الاسبضاع کہا کیا کرتے تھے۔ اسی طرح دور جاہلیت میں ایک صورت یہ بھی تھی کہ دس بارہ لوگ بیک وقت ایک عورت سے ملاپ کرتے تھے اور جب بچہ پیدا ہو جاتا تو عورت جس

طرف اس کی نسبت کرنا چاہتی تھی تو کہہ کر اس کی طرف کر ڈالتی پھر کفالت اور دیگر ذمہ داریاں وہ نبھایا کرتے تھے۔اسی طرح ایک شکل یہ بھی تھی کہ عورت گھر کے باہر جھنڈا لگا کر رکھتی تھی اور جو چاہتا تھا ان سے جماع کر سکتا تھا۔جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو چند قافہ نامی لوگ ہوا کرتے تھے۔جن کا کام یہی ہوتا تھا کہ بچہ کو دیکھ کر باپ کی پہچان کریں۔وہ جس کو باپ کہتے تھے۔اس کو باپ کہہ دیا جاتا تھا اور اس کو کفالت کرنی پڑتی تھی۔([4])اس کے علاوہ دیگر طرق بھی تھیں لیکن یہاں پر محض وضاحت کرنے تھی کہ دور جاہلیت میں مرد وعورت کے مابین نفسانی خواہشات پوری کرنے کا یہی عقود بھی رائج تھیں۔البتہ اس دور میں نکاح اسلام مماثل طریقہ بھی رائج تھی جن میں کوئی شخص کسی عورت کے ہاتھ پکڑتا اور وہ ہاں کرتی تو مہر دے کر منعقد ہو جاتی تھی جو کہ از روئے اسلام بھی صحیح تھی۔([5])

عہد اسلام اور تصور نکاح:

اس سے قبل اگر دور جاہلیت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو اس زمانے میں عورت کو محض ایک حقیر حثیت حاصل تھی۔البتہ بعثت رسول ﷺ کے بعد اللہ تعالی نے میاں بیوی کے درمیان خواہشات نفسانی پوری کرنے کا جو مشروع حکم دیا تو اس میں عورت کو جو مقام دیا گیا وہ ایک ملکہ سے کم نہ تھی۔کیونکہ اس کے تحت عورت کو بیک وقت ماں، بہن اور بیوی کا درجہ حاصل ہو جاتی ہے۔شارع علیہ السلام نے اس رشتہ باندھنے کے لئے جو مشروع حکم صادر فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل شرائط پر مشتمل ہیں۔منجملہ ان میں سے ایک ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی، نکاح میں عورت کے لئے ولی (سرپرست) کا موجود ہونا، نکاح کا اعلان، دعوت ولیمہ، مہر کی ادائیگی اور خطبۂ نکاح۔اگر ان امور پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہ امور عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر دعوت فکر و عمل اور باعث ثواب ہیں۔

ایجاب و قبول: ایجاب سے مراد ہے ایک فریق یعنی دلہے کی طرف سے نکاح کے معاملہ میں پیش کش اور قبول سے مراد ہے دوسرے فریق (یعنی دلہن) کی طرف سے اس پیش کش پر رضامندی غرض کہ فریقین کا نکاح پر خوشی سے رضامند ہو جانا ایجاب و قبول کہلاتا ہے۔ایجاب و قبول نکاح کے لئے شرط ہے اسلام میں کسی مرد یا عورت کی مرضی و اجازت کے بغیر نکاح قرار نہیں پا سکتا چنانچہ ارشاد ربانی ہے ﴿یا أیھا الذین آمنوا لا یحل لکم أن ترثوا النساء کرھا﴾ ترجمہ: اے ایمان والو تم کو حلال نہیں کیا کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ([6])۔ لفظ کرہ (ہل) کا اطلاق بہت سے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً زور زبردستی جبر دباؤ وغیرہ۔اسی طرح کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے اس کی مرضی و اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا چونکہ عموماً عورت با اختیار نہیں ہوتی ہے۔اس لئے عورت کی اجازت و مرضی کا ذکر وضاحت سے کر دیا گیا ہے اور اس سے بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے نکاح میں عورت کو رضامندی پسند ناپسند کا پورا حق دیا ہے۔**دو گواہ:** نکاح میں دو گواہ کا موجود ہونا بھی شرط ہے۔نکاح میں شہادت نہایت ضروری ہے۔اس لئے کہ اس سے بدکاری بے حیائی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (عن بن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البغایا التی ینکحن انفسھن بغیر بینة) ترجمہ: **عبداللہ ابن عباس** ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں چوری چھپے نکاح کر لیں وہ حرام کار ہیں۔([7]) **ولی کی**

اہمیت: عورت کے لئے نکاح میں رضامندی کے ساتھ ولی (سرپرست) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عورت کا نکاح بغیر ولی کے نہیں ہو سکتا چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (عن ابی موسی عن النبی قال لا نکاح الا بولیٍ) حضرت ابو موسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولی کے بدون نکاح نہیں۔(8) عورت کا شرف اور مقام اسی میں ہے کہ وہ کسی کی سرپرستی میں نکاح کرے۔ اس طرح بہت سی سماجی اور معاشرتی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ اگرچہ نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار پورا عورت کو حاصل ہے ولی اس کی مرضی اور رائے کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔

اعلان نکاح: اسی طرح اسلام نے نکاح میں اعلان و تشہیر کی تعلیم دی ہے۔ نکاح کا اعلان کرنا اور مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے۔ ارشاد نبوی ہے (اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فی المساجد)۔ نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں نکاح کرو۔(9) اس کا بنیادی مقصد نکاح کو عام کرنا اور نسب کو ثابت کرنا ہے۔

نکاح سے متعلق اہل مغرب اور غیر مسلموں کے افکار:

اگر ان مذاہب کے افکار پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو انہوں نے شادی کو غیر اہم قرار دیا ہے یہاں تک کہ بعض مذاہب نے شادی کو اخلاقی اور روحانی ترقی میں رکاوٹ مانا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے تجرد یعنی رہبانیت اختیار کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح انہوں نے نفسانی خواہشات اور فطری جذبات دبانے کو بھی اہم قرار دیا ہے۔ چنانچہ نظریہ تجرد کا تصور عیسائیوں، ہندوؤں، جین مت اور بدھ مت میں مشترک پایا جاتا ہے۔ مذکورہ اہل مذاہب کے نزدیک مرد و زن کے لئے تجرد کی زندگی اختیار کرنے کو اعلیٰ وارفع مقام قرار دیا جاتا ہے جبکہ شادی شدہ مرد و عورت ان کے نزدیک (CitizensrateSecond) شمار ہوتے ہیں چونکہ شادی بیاہ میں پڑ کر انھوں نے اپنی حیثیت گرادی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے شادی کرنے کو غلط قرار دیا ہے اور عورت سے دور رہنے کا درس دیا ہے اور روحانی ترقی کے لئے ایسا کرنا ناگزیر بتایا ہے آخر کار وہی لوگ انسانی خواہشات اور فطری جذبات سے مغلوب ہو کر طرح طرح کی جنسی خرابیوں اور اخلاقی برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں حتی کہ فطرت کے خلاف کاموں تک میں ملوث ہوئے ہیں اور برے نتائج اور تباہ کن حالات سے دوچار ہیں۔ اسی طرح عصر حاضر میں خصوصاً بعض اہل مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے بھی شادی کو غیر اہم بتایا ہے اور شادی سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے بے ہودہ نظریات کے مطابق انسان ہر طرح کی آزادی کا حق رکھتا ہے اور اسے اپنے فطری جذبات کو جیسا چاہے ویسا پورا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس معاملہ میں انسان کسی قسم کی روک ٹوک اسی طرح شادی جیسی کوئی پابندی اور بندھن کا قائل نہیں ہے۔ ان کے ہاں شادی کا تصور ہے بھی تو اس کا مقصد صرف جنسی خواہشات کا پورا کرنا رنگ رلیاں منانا، موج مستی کرنا اور سیر و تفریح کرنا پھر ایک مقررہ وقت اور مدت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جانا ہے۔ مغربی ممالک کے لوگ خصوصاً اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے دنیا کے دیگر ممالک کے افراد عموماً مرد کے لئے عورت دوست اور عورت کے لئے مرد دوست (girlfriendBoy) نظریے کے تحت بے حیائی بے شرمی کے شکار ہیں۔ عاشق و معشوق کی حیثیت سے بے حیا وے بے شرم بن کر زندگی گزارتے ہیں ایشیائی ممالک میں تو بعض بیوقوف اور کم عقل لوگ اخلاق سوز

فلموں اور بے ہودہ ٹی وی پروگراموں کی بدولت عشق کی خاطر جان دینے اور جان لینے کی احمقانہ باتیں اور عقل کے خلاف حرکتیں بھی کرتے ہیں۔اہل مغرب اور مغرب زدہ لوگوں نے شادی کو ایک کھیل تماشا بنا کر رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک میں گھریلوی زندگی کا تصور ختم ہو گیا ہے۔خاندان اور اقارب کا نام ونشان مٹ گیا ہے۔ماں باپ اور بچوں کے درمیان کوئی تعلق قائم نہیں رہ گیا ہے۔اس سنگین صورت حال سے خود مغربی ممالک کے سنجیدہ اور غیور لوگ بہت پریشان ہیں اور غور و فکر کر رہے ہیں کہ کس طرح ان تباہ کن حالات اور انسانیت سوز ماحول پر قابو پایا جائے اور سوسائٹی کو ان برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رکھا جائے۔

دور جاہلیت اور اسلام کے مختلف عقود اور ان میں امتیاز:

عقود کے چھے اقسام ہیں عقد یمین یعنی مستقبل کی قسم :نذر اور دیگر عبادات میں اگر ہو۔عقد نکاح۔دور جاہلیت میں نکاح کے مختلف اقسام ،دور اسلام میں عقد نکاح اور دور جدیدہ میں روایتی نکاح نیز آج کل بعض حرام اور نہ جائز نکاح کی شکلیں،عقد عہد معاملات میں مختلف عقود کا تذکرہ بمع دور جاہلیت،عقد بیع،عقد شراء اور عقد حلف وغیرہ زیر بحث ہیں۔ان عقود سے منجملہ ایک شراکت ومضاربت یعنی (Partnership)کی بنیاد پر کاروبار کرنا بھی شامل ہے۔شراکت اور مضاربت کو عقد کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی اس شرط کو پورا کرنے کا تقاضا ہوتا ہے جو آپس میں منافع تقسیم کرنے اور اپنے شریک کے لیے کام کرنے کے سلسلے میں فریقین میں سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے لیے مقرر کی جاتی ہے،اور ہر ایک اسے پورا کرنے کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔[10]عہد اور امان کی بھی یہی صورت ہے اس لیے کہ عہد کرنے والا اور امان دینے والا اسے پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔اسی طرح ہر وہ شرط جسے کوئی بھی انسان مستقبل میں کسی بھی کام کرنے کے سلسلے میں اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے،عقد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[11]یہی کیفیت نذر کی صورتوں کی بھی ہے،اسی طرح کوئی شخص اپنے اوپر کسی عبادت کی ادائیگی لازم کر لے یا اسی قسم کی کوئی اور صورت ہو تو یہ بھی عہد کہلائے گا۔لیکن اگر عقد کی کوئی ایسی صورت ہو جس کی مستقبل کے مفہوم کے سے کوئی تعلق نہ ہو یعنی اس کے وقوع کا انتظار نہ ہو بلکہ اس کا تعلق کسی ایسے امر سے ہو جو گزر چکا ہو اور وقوع پذیر ہو چکا ہو تو اسے عقد نہیں کہیں گے۔[12]مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اسے عقد کا نام نہیں دیا جائے گا ،لیکن اگر وہ اسے یہ کہے کہ "جب تو گھر میں داخل ہو گی تو تجھے طلاق ہو جائے گی"۔تو اس کا یہ قول عقد یمین ہو گا۔اگر کوئی یہ کہے "بخدا میں گھر میں داخل ہوا تھا"۔تو اس صورت میں یہ عاقد نہیں کہلائے گا،لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے "میں کل صبح گھر میں ضرور داخل ہوں گا"۔تو اس صورت میں عاقد بن جاتا ہے۔اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ماضی میں کسی چیز کا ایجاب درست نہیں ہوتا بلکہ مستقبل میں درست ہو جاتا ہے۔اگر وہ یہ کہتا ہے "مجھ پر گھر میں گزشتہ کل داخل ہونا لازم ہے"۔تو یہ ایک لغو اور بے معنی کلام ہوتا،اور اس کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہوتا ہے۔لیکن اگر وہ یہ کہتا "مجھ پر آنے والے کل گھر میں داخل ہونا لازم ہے"۔تو یہ ایجاب ہوتا اور اس پر عمل درآمد لازم ہو جاتا۔[13]امام ابو

حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے "اس کوزے میں موجود پانی اگر میں نہ پیوں تو میرا غلام آزاد ہے تو کوزے میں پانی موجود نہ ہونے کی صورت میں اس کی قسم کا انعقاد نہیں ہوگا۔ یہ عقد بھی نہیں ہوگا کیونکہ اس کی نقیض یعنی حل کا وجود نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں آسمان پر نہ چڑھوں تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم کے انعقاد کے ساتھ ہی وہ حانث ہو جائے گا، کیونکہ اس عقد کا نقیض یعنی حل موجود ہے ۔اگرچہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ اپنی قسم کبھی پوری نہیں کر سکے گا کیونکہ اس نے اپنی قسم کی گرہ ایسی بات کے ساتھ باندھی ہے جو اگرچہ معقول ہے لیکن خیال کی حد تک ہے۔اس لیے کہ آسمان پر چڑھنا غیر معقول اور خیال ہے اور اس کا ترک بھی معقول اور ممکن ہے لیکن ایسے پانی کا پینا جو سرے سے موجود ہی نہ ہو اس کا خیال بھی محال ہے اس لیے یہ عقد نہیں ہے۔(14)

جاہلیت میں معاہدوں کی اقسام:

زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدوں کی کئی صورتیں تھیں۔ایک صورت یہ تھی کہ معاہدے کی بنیاد ایک دوسرے کی مدد ہو مثلا معاہدہ کرتے وقت ایک شخص دوسرے سے کہتا: (دمی دمک ھدمی ھدمک وترئینی وارثک) میرا خون تیرا خون ہے، مجھے گرانا تجھے گرانا ہے، تو میرا وارث ہوگا اور میں تیرا وارث ہوں گا۔(15)اس طرح دو اشخاص اس بنیاد پر معاہدہ کر لیتے کہ ہر ایک دوسرے کی مدد کرے گا۔اس کا دفاع کرے گا اور حق و باطل ہر امر میں اس کی حمایت کرے گا۔ایسی شرطیں اسلام میں جائز نہیں، کیونکہ امر باطل میں بھی ایک دوسرے کی مدد اور حمایت کا سرے سے جواز ہی نہیں اور نہ ہی اس امر کا کہ رشتہ داروں کو وراثت سے محروم رکھ کر اپنی جائداد اور وراثت کے طور پر حلیف کی جھولی میں ڈال دے۔اس کی ایک اور صورت یہ تھی جس کی اسلام میں کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کبھی یہ ایک دوسرے کی حمایت اور ایک دوسرے کے دفاع کی بنیاد پر بھی معاہدے کرتے تھے۔یہ لوگ اس قسم کے معاہدے کرنے پر مجبور تھے کیونکہ ان لوگوں کی زندگیوں میں اجماعیت کا رنگ نہیں تھا نہ کوئی ہیت حاکمہ تھی جو مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاتی اور طاقتور کو کمزور کی ایذار سانی سے باز رکھتی اس لیے ضرورت کے تحت وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی اور امداد کے معاہدے کر لیتے اور اس طرح ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہتے اور ایک دوسرے کی پناہ میں زندگی بسر کرتے۔(16)

زمانہ جاہلیت کے معاہدوں کے مقاصد:

زمانہ جاہلیت کے معاہدوں میں یہی مقاصد کار فرما تھے،اسی بنا پر لوگوں کو جوار یعنی پڑوس کی ضرورت بھی پیش آتی تھی۔ایک صورت یہ تھی کہ کوئی شخص یا گروہ یا کوئی قافلہ کسی قبیلے کسی قبیلے کے پڑوس میں آجاتا اور ان کی اجازت اور امان سے ڈیرے ڈال دیتا۔اس صورت میں پھر اسے اس قبیلے کی طرف سے کسی قسم کی تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ختم ہو جاتا۔(17)

اسلام کے ابتداء میں معاہدوں کی ضرورت:

اسلام کے ابتدائی دنوں میں بھی اس قسم کی معاہدوں کی ضرورت آجاتی تھی کیونکہ مسلمانوں کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، جن میں مشرکین مکہ، یہود مدینہ اور منافقین شامل تھے۔ پھر جب اللہ تعالی نے اسلام کو عزت اور طاقت سے نوازا، تو اسلام کی کثرت ہوگئی، انہیں دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوا اور اپنی حفاظت آپ کرنے کے قابل ہوگئے۔ تو حضور ﷺ نے انہیں خبر دی کہ اب اس قسم کے باہمی معاہدوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، کیونکہ تمام مسلمان اب یک جان ہوگئے تھے اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت اب ایک فرد واحد کی بن گئی تھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالی نے ان پر ایک دوسرے کی مدد کی حمایت واجب کر دی تھی۔ ([18]) اللہ تعالی کا ارشاد: ﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعضٍ يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ ([19]) مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی اور سرپرست ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (المؤ منون يد على من سواهم) تمام اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ یعنی فرد واحد کی طرح ہیں ([20])۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے (ثلاث لا يغل عليهم قلب المؤمن إخلاص العمل والنصيحة لولي الأمر ولزوم الجماعة فإن دعوتهم تكون من ورائه) تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق مومن کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا، اللہ تعالی کے لیے اخلاص عمل، حکمرانوں کے لیے خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی، مسلمانوں کی دعائیں ان کے پیچھے سے ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہیں ([21])۔ اسی طرح حلف کی بناپر ایک دوسرے کی مدد کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اس کے ساتھ جوار کا مسئلہ بھی اختتام کو پہنچ گیا۔ اسی بنا حضور ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم سے فرمایا: (ولعلک ان تعیش حتی تری المراة تخرج من القادسیہ الی یمن بغیر جوار) شاید تمہاری عمر اتنی دراز ہو جائے کہ تم ایک عورت کو تنہا قادسیہ سے یمن تک جوار کے بغیر سفر کرتے ہوئے دیکھ سکو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک معاہدہ جو ابن جدعان کے گھر کے احاطے میں طے پایا تھا اور جس میں میں بھی موجود تھا، مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدے سے غداری کے صلے میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔ بنا ہاشم، بنازہرہ اور بنو تیم نے آپس میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ مظلوم کا اس وقت تک ساتھ دیتے رہیں گے جب تک گرمی کی وجہ سے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہوتا رہے گا۔ یعنی جب تک اس کی دادرسی نہیں ہو جائے گی۔ اگر مجھے زمانہ اسلام میں اس قسم کے معاہدے کی دعوت دی جاتی تو میں اسے قبول کر لیتا"۔ یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ ([22]) ایک قول یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جس معاہدے کا ذکر فرمایا وہ مظلوم کی حمایت اور زندگی کے گزران کے سلسلے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ایک دوسرے کی خبرگیری کے متعلق تھا۔ حضور ﷺ نے یہ بتایا کہ آپ نبوت سے قبل اس معاہدے کے وقت موجود تھے اگر آپ ﷺ کو زمانہ اسلام اس جیسے معاہدے کی دعوت دی جاتی تو آپ ﷺ ضرور اسے قبول کر لیتے۔

اس لیے اللہ تعالی نے اہل ایمان کو اس کا حکم دیا ہے اور عقل انسانی کے نزدیک بھی یہ ایک مستحسن فعل ہے بلکہ شریعت کے آنے سے پہلے عقل انسانی کے نزدیک ایسا اقدام واجب تھا۔(23) حضور ﷺ کا یہ ارشاد: (لا حلف فی الاسلام) سے آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اسلام میں ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا جسے نہ شریعت مباح سمجھتی ہو اور نہ ہی عقل انسانی اس کی اجازت دیتی ہو۔(24) حضور ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (حضرت حلف المطیعین وانا غلام وما احب ان انکثه وان لی حمر النعم) میں مطیعین کے معاہدے میں موجود تھا اس وقت میں نو عمر تھا اور اس کے بدلے اگر وہ مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو اسے توڑنا مجھے پسند نہیں۔(25) حلف المطیعین اس معاہدے کا نام ہے جو قریش کے درمیان ہوا تھا اور اس میں یہ طے پایا گیا تھا کہ جو حرم کے اندر قتال کر کے اس کی بے حرمتی کے مرتکب ہوں گے ان کے خلاف مشترکہ طور پر اقدام کیا جائے گا۔(26) اس لیے آپ ﷺ کے ارشاد: (وما کان فی الجاھلیة فلم یزده الاسلام الا شده) سے مراد حلف المطیعین اور حلف الفضول جیسے معاہدے ہیں۔ نیز اس سے ہر ایسا معاہدہ اور باہمی عقد مراد ہے جسے پورا کرنا لازم ہوتا ہے، اس سے وہ وعدہ مراد نہیں جس کی بنیاد معصیت پر ہو اور شریعت میں جس کے جواب کی کوئی گنجائش نہ ہو۔(27)

عقد کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہوتا ہے:

عقد کسی کام کی اس صورت کا نام ہے جس کے ساتھ مستقبل میں کوئی حکم لازم ہوتا ہو۔ مستقبل کی قسم کو اس لیے عقد کا نام دیا جاتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے اوپر قسم پر عمل پیرا ہونے کی بات لازم کر لیتا ہے یہ مفہوم ماضی کی صورت میں معدوم ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص کہتا ہے: "بخدا میں ضرور عمر سے بات کروں گا"۔ تو یہ کہہ کر وہ عمر سے بات کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کہتا ہے: "بخدا میں عمر سے بات نہیں کروں گا" تو وہ اپنے اوپر اس قول کے ذریعے وہ بات نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے اور قسم میں جس کام کی نفی یا اثبات کا ذکر کرتا ہے اپنے اوپر اسے مؤکد کر دیتا ہے۔(28) اس تاکید کی بنا پر جو لفظ میں موجود ہوتی ہے اس کے اس قول کو عقد کا نام دیا جاتا ہے اسے اس رسی کی گرہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اس گرہ کے ذریعے بندھن کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر نذر کو عقد اور قسم کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ نذر ماننے والا اس نذر کو اپنے اوپر لازم کر دیتا ہے اور ایک کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بات کو اپنے اوپر مؤکد کر لیتا ہے۔ لیکن جب خبر کے مفہوم کو ماضی کی طرف موڑ دیا جائے گا تو اس صورت میں نہ یہ عقد کہلائے گا نہ اس میں ایجاب پایا جائے گا اور نہ ہی اس میں نذر کا مفہوم موجود ہو گا۔ یہ بات واضح ہے کہ عقد وہی ہوتا ہے جو تاکید کی صورت میں ہو اور اپنے اوپر ایک کام لازم کر لینے کے طور پر ہو۔(29)

نتائج

کہ عہد جاہلیت کے معاہدوں میں کوئی واضح اور روشن اصول نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت لڑائی کا اندیشہ در پیش ہونا ایک عام سے امر تھا جس کی وجہ سے معاشی سر گرمیاں و بازار معطل ہوئی تھی۔

عہد اسلام کے معاہدوں میں معتدلانہ اور واضح اصولوں کی وجہ سے از سر نو پر امن اور معاشی سر گرمیاں بڑی عمدہ انداز میں بحال ہوئی۔

تصور رہبانیت کی وجہ سے دیگر مذاہب عالم کا ایک حصہ دنیوی معاملات سے کنارہ کش ہو کر الگ اور تجرد کی زندگی اختیار کرنے پر اعلی وارفع مقام حاصل کرنے کی غرض سے تجرد کی زندگی بسر کرنے پر مصر رہیں ہیں۔

اسلام کے واضح اور روشن اصولوں کی بدولت اہل اسلام نے تصور ترک رہبانیت کو پروان چڑھا کر زندگی میں معاشی اور ازدواجی زندگی کی طرف رغبت دیا ہے اور رہبانیت سے دور رہنے کا درس دیا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں غیر واضح تصور و مقصد نکاح نے عورتوں کے پر مغز اور باعزت زندگی کو اجاڑ دیا تھا جبکہ بعثت رسول ﷺ کے بعد والی تصور نکاح نے عورت کو ایک با مقصد و باعزت مقام دیا ہے۔

References

[1] Al Quran, 5:1.
[2] Al Quran: 89:5.
[3] Al Quran: 33:4.
[4] Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail (256 AH), Al Jamia Masnad, Taba:1, Beirut, 1994, p. 1979:5, hadtih: 5127.
[5] Ibid.
[6] Al Quran: 19:4.
[7] Al Tirmizi, Muhammad bin Essa bin Surat bin Dahak (279 AH), Sunan al Trimizi, Taba: 1, 1998, p. 403:3, hadith: 1103.
[8] Ibid.
[9] Ibid.
[10] Al Jisas, Ahmed bin Ali abu bakar al razi (370) ahakam al quran Tahqeeq: Muhammad Sadiq al Qumhavi, Taba:1, Beirut, 1405 AH, 139:4.
[11] Ibid.
[12] Ibid.
[13] Ibid.
[14] Al Jisas, Ahkam al Quran, 141:4.
[15] Al Jisas, Ahkam al Quran, 135:4.
[16] Ibid.
[17] Al Jisas, Ahkam al Quran, 135:4.

[18] Ibid.
[19] Al Quran: 71:9.
[20] Ibn Humbal, Al Masnad 268:2, hadith: 960.
[21] Ibn Humbal, Al Masnad 318:27, hadith: 16754.
[22] Al Bihaqi, Ahmed bin al Hussain bin Ali bin Moosa al Kharasani, (458 AH), Taba: 1, Egypt, 1405 AH, p. 419:1, hadith: 373.
[23] Al Jisas, Ahkam al Quran, 137:4.
[24] Ibid.
[25] Ibn Humbal, Al Masnad 193:3, hadith: 1655.
[26] Al Jisas, Ahkam al Quran, 138:4.
[27] Al Jisas, Ahkam al Quran, 138:4.
[28] Ibid.
[29] Ibid.